ہندوؤں کی اخلاقی تعلیمات کا جدید قوانین سے تقابل
(سرسید کے فلسفہ اخلاق کی روشنی میں)

افشاں ہدایت
لیکچرر شعبہ اردو، گورنمنٹ ڈگری کالج، گلشن اقبال، کراچی

Abstract

Every religion wants main's progress and reformation. Religion represents a complete Ethical code through its teaching. Hindu religios books present sublime ethical teaching that reform the society very well. According to Indian penal code (IPC) some of the preventing laws in India Contradict with ethical values of Hindus. In this Essay "the ethical teaching" of Hindus have been derived from their religious books and than compared with new laws of India. This article throws light on this comparison with reference to ethical philosphy of Sir Syed Ahmed Khan. Sir Syed likes each such law that equips Hindus with ethics and civilization, wheather it is for from religous teaching.

اخلاق اور مبادیات

اخلاق انسانوں کے باہمی تعلقات میں خوش خلقی اور اچھائی برتنے کا نام ہے یا ایک دوسرے پر جو انسانی فرائض عائد ہیں ان کی ادائیگی کو بھی اخلاق کہا جاتا ہے۔(۱) ایک مکمل فلسفہ اخلاق نیکی، مسرت یا سعادت کے حصول کے بارے میں بتاتا ہے۔ فرد کی ذاتی اور معاشرے کی اجتماعی اصلاح و ترقی کا خواہاں ہوتا ہے۔(۲) وہ کسی بھی اچھے کام کی غرض متعین کرتا ہے۔ ہر انسان کی غایت مختلف ہے کوئی ایسی غایت جو سب کے لیے یکساں ہو غایت الغایات کہلاتی ہے۔ وہی اعمال کی اچھائی یا برائی کا پیمانہ ٹھہرے، جو عمل منشائے غرض کے مطابق ہو، اچھا کہلائے اور جو اس کے مطابق نہ ہو برا کہلائے۔ علم الاخلاق کا موضوع یہی مبادی

ہیں۔(۳) یہ غرض وغایات مختلف ہو سکتی ہیں مثلاً نیکی کے کاموں کی غرض مسرت و انبساط ہو سکتی ہے۔ مادی فوائد، مالی منفعت، ذاتی خود غرضی، لوگوں میں نام وری یا رضائے الٰہی وغیرہ۔ ایک مکمل فلسفہ اخلاق کچھ دباؤ یا ترغیبات بھی فراہم کرتا ہے تاکہ افراد اخلاقی تعلیمات پر عمل پیرا ہوں۔ یہ دباؤ معاشرے کے افراد، مذہبی تعلیمات، جزاوسزا کا حصول، عدالت اور ضمیر کی طرف سے بھی ہو سکتا ہے۔ علم الاخلاق ایک ایسا علم ہے جو بتاتا ہے کہ لوگوں کو آپس میں کیسا معاملہ کرنا چاہیے۔ معاشرتی معاملات طے کرنے کا اصول یا وہ بات جو اچھائی اور برائی کی تمیز پیدا کرلے اسے اخلاق کہتے ہیں۔(۴) فلسفہ اخلاق کے حوالے سے ہمیشہ یہ سوال اٹھایا جاتا ہے کہ آخر لوگ کیوں اخلاقی تعلیمات پر عمل پیرا ہوں؟ اس کا جواب ضمیر، تربیت، خوشی کا حصول، نیکی کی سعادت اور جزاوسزا کی صورت میں دیا جاتا ہے۔(۵) ہر مذہب کی تعلیم کا مقصد اصلاح اور ترقی ہوتا ہے۔ انسان کی شخصیت کی تکمیل کے لیے مذہب اور اخلاق لازم وملزوم ہیں کیونکہ مذہب ہی ترغیب اور دباؤ فراہم کرتا ہے۔ جزاوسزا کا نظام پیش کرکے افراد کو اخلاقی دائرے میں رہنے کا حکم دیتا ہے۔ ضمیر کو عدالت کے طور پر استعمال کرتے ہوئے اصلاح نفس کی دعوت دیتا ہے۔ غرض یہ کہ فلسفہ اخلاق کی بنیاد میں مذہبی تعلیمات ہی ہوتی ہیں۔(۶)

ہندوؤں کی مذہبی کتب اور اخلاقی تعلیمات

مذاہب عالم کو مختلف انداز سے زمرہ بند کیا جاتا ہے مثلاً الہامی اور غیر الہامی مذاہب، تبلیغی وغیر تبلیغی مذاہب(۷) قبائلی اور قومی مذاہب، عالم گیر مذاہب(۸) وغیرہ۔ اس درجہ بندی کے حوالے سے جائزہ لیا جائے تو دنیا کے مذاہب میں سے ہندو مذہب ایک غیر الہامی اور غیر تبلیغی مذہب تصور کیا جاتا ہے جو غیر سامی قوموں میں زیادہ پھیلا۔ ہندو مذہب کو قدامت کے حوالے سے بدھ مت پر بھی برتری حاصل ہے۔(۹) ہندو مذہب کو ان کی مقدس کتابوں کی وجہ سے ویدک دھرم بھی کہا جاتا ہے۔ وید، اپنشد، رامائن، مہابھارت، بھگوت گیتا، چانکیا، شنکر اچاریہ کا فلسفہ اخلاق چھ مکاتب فکر اور بھرتری ہری کے اصول اخلاق ہندو اخلاقیات کا حصہ ہیں(۱۰) وید ہندو مذہب کا مستند ترین ذریعہ ہیں۔ ویدوں کی تعلیمات کی تصدیق مذہبی کتابوں سمرتی، رامائن اور بھگوت گیتا میں ہوتی ہے(۱۱) ویدوں میں رگ وید، دنیا کی قدیم ترین مذہبی کتاب مانی جاتی ہے۔ دیگر ویدی کتب، سام وید، یجروید اور اتھروید کا تعلق بھی ہندو مذہب سے ہے۔(۱۲) ان ویدوں میں عقائد بیان کیے گئے ہیں۔ کسی میں قربانی کے منتر بیان کیے ہیں کسی میں عبادات ورسومات کا ذکر ہے۔(۱۳)

ہر وید کے مختلف حصے ہیں۔ ان حصوں میں ہون کرنا (قربانی) اور اس کے طریقے اور چیزیں، عبادات کو مقبول بنانے والے انداز رسوم ورواج، دیوتاؤں کی شان میں گائے جانے والے گیت، فلسفیانہ خیالات اور مذہبی ہدایت نامے شامل ہیں۔ ویدی نظام اخلاق میں ایک دوسرے کا خیال کرنے، نیک بننے، دانائی، ایمانداری اور خیر سیکھنے، خیرات دینے، نیکی کرنے، مہمان نوازی کرنے، غم خواری، فرماں برداری اور بھلائی کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔(۱۴) ویدوں کی تعلیمات کو عام کرنے کے لیے مہابھارت، رامائن اور بھگوت گیتا لکھی گئیں۔(۱۵) ان کے علاوہ اپنشد کو بھی مذہبی کتب کا درجہ حاصل ہے۔ اپنشد کا فلسفہ اخلاق فرد کی داخلی تربیت پر زور دیتا ہے۔ کسی بھی معاشرے میں تمام نظام اخلاق میں فرد اور اس کی انفرادی تربیت اہمیت کی حامل ہوتی ہے۔ اپنشدوں

کی اخلاقی تعلیمات اعلیٰ افکار پر مشتمل ہیں۔(۱۶) کائنات کا وجود کیونکر ہوا، حاکم کون ہے؟ روح انسان کی ماہیت اور حقیقی خوشی کیا ہے؟ کس قسم کی زندگی گزارنی چاہیے ان سوالات کے جوابات اپنشد میں دیے گئے۔ ہندو اخلاق ایش، کین، کٹا، پرشن، منڈک، برہدارنیک، تیتریا، سوتیاتریا، چاہندوگیا اور مانڈوکیا مشہور اپنشدوں میں شمار کیے جاتے ہیں۔(۱۷) اپنشد کی اخلاقی تعلیمات میں تجرد کی زندگی کو پسند کیا گیا ہے۔ اور اس طریقہ عمل (برہم چریہ) پر زور دیا گیا ہے۔(۱۸) ہندو مذہب اپنشد فلسفے سے اپنے افراد کی اصلاحِ نفس یوں کرتا ہے۔(۱۹)

(۱) طالب علم کے لیے ضروری ہے کہ استاد کا احترام کرے تاکہ غرور پر قابو پایا جاسکے۔

(۲) ماں باپ، اولاد کی تربیت اور تعلیم کے لیے خود مرکزیت کا جذبہ پیدا کریں۔

(۳) دنیاوی فرائض کی ادائیگی ضروری ہے اس کے بعد خود کو عبادت و ریاضت کے لیے وقف کردے۔

(۴) دنیاوی زندگی کو محدود کرتے ہوئے، اخلاقی فضائل مثلاً پارسائی، صداقت اور دردمندی کو پروان چڑھائے۔

ان مذہبی کتب میں روح کے بارے میں یہ عقیدہ ملتا ہے کہ تمام مظاہر کائنات میں ایک ہی روح کارفرما ہے جس کو ''برہما'' کہا جاتا ہے۔ اس میں تناسخ کے عقیدے کو بھی بیان کیا گیا ہے۔ جس کے مطابق مرنے کے بعد روح فنا نہیں ہوتی بلکہ دوبارہ دنیا میں کسی اور شکل میں نظر آتی ہے۔ دوبارہ دنیا میں آنے کے لیے پہلی زندگی کے اعمال اہمیت رکھتے ہیں۔ اگر انسان نے اچھے کام کیے ہوں تو وہ برہمن یا معزز ین اور عمائدین کے گھر جنم لیتا ہے ورنہ وہ کمزور جانوروں اور حقیر لوگوں کی صورت دنیا میں بھیجا جائے گا۔(۲۰) ہندو فلسفہ اخلاق کی نہایت الغایات یہ ہے کہ زندگی گزارنے کے بعد آخر کار انسانی روح کا روحِ مطلق کے ساتھ وصال ہوگا۔ یہ وصال بعض گروہوں کے پاس ترک دنیا ہے(۲۱) اور بعض کے پاس راہبانہ زندگی گزارنے سے حاصل ہوسکتا ہے۔(۲۲) ہندو نظام اخلاق کو واضح کرنے والی ایک اور کتاب ''منو کا ضابطہ اخلاق'' ہے۔ اس کتاب میں ہندوؤں کے اخلاقی نظام کے ساتھ سماجی معیارات پر بھی روشنی پڑتی ہے۔ اس میں جدید ہندو مذہب کی نمائندگی کرنے والے تصورات و نظریات بھی ملتے ہیں۔(۲۳) ہندو فلسفہ اخلاق میں بھی جزا و سزا کے عناصر کارفرما ہیں مگر ان کے پاس جزا و سزا اور آواگون کا نظریہ ایک ہو جاتا ہے۔ منو اپنے ضابطہ اخلاق میں فلسفہ اخلاق کے لیے سزا و جزا کے نظریے کو یوں بیان کرتے ہیں: ''اگر انسان صرف اچھے اعمال کرے تو اُسے دیوتا بنایا جائے گا اگر وہ ملے جلے اعمال کرے تو انسان پیدا ہوگا اور اگر وہ برے کام کرے تو جانور یا پرندہ بنادیا جائے گا۔''(۲۴)

منوسمرتی نے زندگی کے دیگر معاملات کے ساتھ شادی بیاہ کے حوالے سے قوانین پیش کیے ہیں۔ یہ قوانین منو کے ضابطہ اخلاق کے نویں باب میں موجود ہیں جس میں مرد کی دوسری شادی کے لیے مختلف صورتوں میں اجازت دی گئی ہے۔ منو کے مطابق بانجھ بیوی پر آٹھ برس بعد، جس کی اولاد زندہ نہ رہتی ہو اس پر دس، جس کے صرف بیٹیاں ہوں اس پر گیارہ برس بعد سوتن لائی جاسکتی ہے لیکن جھگڑالو بیوی پر بلا توقف۔(۲۵) آپ اس کتاب میں شادی کے لیے عمر بھی بتاتے ہیں کہ تیس سال کے مرد کے لیے بارہ سالہ لڑکی اور چوبیس سال کے مرد کو آٹھ سال کی لڑکی سے شادی کرنی چاہیے۔(۲۶)

منو کے ضابطہ قانون میں بری زبان کا استعمال کرنے پر ظلم کی تباہی، برے خیالات ذہن میں لانے پر اپنے ارادوں میں کمزوری، مقصد کو کھونا اور گندے جسم کا نتیجہ دنیا میں نقصان اٹھانا بتایا ہے۔ منو کا ضابطہ اخلاق خاندان کے سربراہ کو اپنے فرائض سے سبکدوش ہونے کے بعد رہبانیت اختیار کرنے کی تاکید کرتا ہے اور کچھ عرصے بعد اسے بھکاری (سنیاسی) کا روپ اختیار کر لینا چاہیے۔ اسی طرح منو زندگی کے چار ادوار تشکیل دیتا ہے۔ (۲۷) پہلا دور ویدوں کے مطالعے میں صرف کیا جائے، دوسرے دور میں انسان گھر کے سربراہ کی حیثیت میں نظر آئے۔ یہ سربراہ اپنی پسند کی لڑکی سے شادی کر سکتا ہے۔ مگر میاں بیوی کی عمر میں اٹھارہ بیس سال کا فرق ہو۔ خاندان کا سربراہ زندگی کے آخری دور میں دنیاوی زندگی ترک کر کے غور و فکر کے لیے رہبانیت اختیار کر لے۔ اس مذہب میں یہ چار ادوار صرف برہمن، کھشتری اور ویش کے لیے ہیں۔ شودر کا کام صرف ان کی خدمت کرنا ہے۔ (۲۸) منو کا ضابطہ اخلاق بدلہ یا انتقام سے روکتا ہے۔ یہ درگزر اور رواداری کا سبق سکھاتا ہے تاہم اس میں فطری عوامل کو پیش نظر نہیں رکھا گیا ہے۔ منو سمرتی اپنے ضابطہ اخلاق کے باب ششم میں لکھتے ہیں:

"درشت کلامی صبر سے برداشت کرے، کسی کی توہین نہ کرے اور نہ ہی اپنے فانی جسم کے لیے کسی کا دشمن بنے۔ کسی شخص کے غصے کے جواب میں غصہ نہ کرے۔ کوسنے کے جواب میں دعا دے۔ سچ سے تہی گفتگو نہ کرے اور نہ ہی اندریوں کے متعلق۔ (۲۹)"

مہابھارت، اپنشد، چھے مکاتب فکر، بھگوت گیتا، کے اصول اخلاق ہندو اخلاقیات کا حصہ ہیں۔ (۳۰) رامائن شائستہ، مہذب اور اخلاقی اصولوں پر عمل پیرا معاشرے کی عکاسی کرتی ہے۔ (۳۱) رامائن اور بھگوت گیتا میں مذہبی اور فلسفیانہ افکار کا نچوڑ پیش کر دیا گیا ہے۔ ہندوؤں کا تعلق ویدوں سے رہی ہے۔ عوامی ہندو مذہب ویدوں کے اثرات سے آزاد ہے۔ (۳۲) ہندو مت میں موجود اہم مذہبی تصورات رامائن اور بھگوت گیتا سے ہی اخذ کیے جاتے ہیں۔ (۳۳)

ہندو مذہب میں اخلاقی تعلیمات کے بڑے ماخذ بھگوت گیتا اور رامائن اوصاف حمیدہ اور اوصاف رذیلہ کا بیان دلچسپ کہانیوں کے ذریعے تفصیل کے ساتھ پیش کیا گیا ہے۔ رامائن میں رام چندر جی کے کردار کے ذریعے سے اخلاقی تعلیمات سے نوازا گیا ہے۔ رام چندر جی خوبیوں اور اخلاق کا مجسمہ ہیں اور اجودھیا کے راجہ دسرتھ کی اولاد ہیں۔ (۳۴) رام چندر کو ان کی سوتیلی ماں جنگل میں بن باس کاٹنے کے لیے بھیج دیتی ہے۔ رام چندر کو یہ حکم ان کے باپ کی طرف سے ملتا ہے۔ رام چندر سب حقیقت جانتے ہیں مگر طاقت کے باوجود بدلہ نہیں لیتے اور باپ کی حکم کی تعمیل میں بیوی سیتا کے ساتھ جنگل کو روانہ ہوتے ہیں۔ آگے حالات یوں پیش آتے ہیں کہ سیتا کو راون اغوا کر لیتا ہے۔ مختلف مسائل سے نمٹتے ہوئے رام چندر مدت پوری کر کے واپس آتے ہیں۔ اس وقت تک ان کی سوتیلی ماں جو اپنے بیٹے کو تخت پر بٹھانا چاہتی تھی سبق سیکھ چکی ہوتی ہے۔ اس مذہبی داستان میں مختلف کرداروں کے ذریعے سے اخلاقی تعلیمات دی گئی ہیں۔ مثلاً رام چندر جی کی شادی سیتا سے ہوئی تو سوئمبر کی رسم کے دوران دھنش (کمان) رام چندر کے علاوہ اٹھا کر کوئی توڑ نہ سکا۔ اس وقت ایک امیدوار راجن کو مخاطب کر کے یہ کہتا ہے۔

غرور اور ناز کرنا آپ کے حق میں نہیں اچھا

تکبر چھوڑ دو راجن تکبر کا ہے سر نیچا
نہیں تو آپ کا انداز یہ اک پل نہیں بھایا
یہ انداز تکلم آپ کو شوبھا نہیں دیتا (۳۵)

رامائن میں بہت سی اخلاقی صفات کا ذکر ملتا ہے۔ اس میں بھائی چارے کی ضرورت، راج پاٹ کے عارضی ہونے کا تذکرہ، جھوٹ، دغا بازی، مکاری اور فریب سے بچنے کی تاکید کی گئی ہے۔ معاشرے کے مقدس رشتوں کے احترام کا درس بھی ملتا ہے۔ رامائن میں "لنکیش" کردار کے ذریعے اخلاقی اوصاف رزیلہ کا بیان کیا گیا ہے۔ لنکیش رام چندر کو اکیلا کرنا چاہتا ہے اس لیے رام کے دوست بالی بت کو رام کے خلاف ہونے کے لیے اکساتا ہے۔ وہ مختلف حیلے بہانے اور لالچ سے رام کے دوست بالی بت کو مقصد سے ہٹانے کی کوشش کرتا ہے اس کی کوششیں اور بالی پتر کے جواب میں اخلاقی حوالے دیکھے جا سکتے ہیں۔ لنکیش بالی پتر کو کہتا ہے کہ:

تو چھوڑ دے یہ چاکری مرے ہی پاس رہ سدا
میں تجھ کو دوں گا دولتیں کروں گا میں ترا بھلا
یہ عشرتوں کی کان ہے نعمتوں کا ہوں خدا
کمی ہے کچھ مرے یہاں؟ مرے ہیں زیر دیوتا
یہاں شراب و ناب ہے یہیں ہے لے رباب کی
یہیں ہے کان حسن کی دھوم ہے شباب کی (۳۶)

رام چندر کی بیوی سیتا کو دشمن اٹھا لے جاتا ہے۔ سیتا کے کچھ زیورات گر جاتے ہیں۔ جنہیں پہچاننے کے لیے رام چندر کے بھائی لکشمن کو کہا جاتا ہے۔ لکشمن بھابھی کو ماں کے برابر سمجھتا تھا لہذا اس کی نظر سیتا کے قدموں پر ہی رہتی تھی اس لیے وہ صرف پیروں کے زیور بچھوے ہی پہچان سکا تھا۔ یہاں پر ہندومت کا فلسفہ اخلاق ایجابی نقطۂ نظر پیش کرتا ہے۔ ایجابی فلسفہ اخلاق دراصل ایسے قوانین کا مجموعہ ہوتا ہے جس کا کچھ حصہ معاشرہ، رسوم و رواج اور روایتوں سے اخذ کیا جاتا ہے۔ (۳۷) یہاں پر ہندوستانی معاشرے کے رسوم و رواج اور روایت نظر آتی ہے۔ بھابھی کو ماں کا درجہ دینا اس معاشرے کا خاصہ ہے۔

رامائن میں جگہ جگہ غصے کو قابو میں رکھنے کی تاکید کی گئی ہے۔ مگر رام چندر جو خود مجسم اوصاف ہیں اپنی بیوی سیتا کو بغیر کسی پوچھ گچھ کے جنگل میں خود سے الگ کر دیتے ہیں۔ وجہ صرف یہ بتائی جاتی ہے کہ لوگ باتیں بناتے ہیں کہ یہ راون کے ساتھ وقت گزار کر آئی ہے۔

ہندو فلسفہ اخلاق میں عورت کو دیوی اور لکشمی تو کہا گیا ہے تاہم کچھ اخلاقی تعلیمات انتہائی نامناسب ہیں۔ اتھروید کی تعلیم کے مطابق دس غیر برہمن خاوند اگر کسی عورت کے موجود ہیں اور اگر برہمن اس عورت کا ہاتھ پکڑ لے تو وہی اکیلا خاوند تصور کیا جائے گا۔ (۳۸) اسی وید کی تعلیم کے مطابق، خاوند سے اولاد نہ ہونے کی صورت میں دیور کو بھی دوسرا خاوند تصور کیا گیا ہے۔ (۳۹) ہندو

فلسفہ اخلاق میں عورت کو عاجزی کے ساتھ باپ، بھائی، شوہر یا بیٹوں کے ساتھ زندگی گزارنے کی تاکید کی گئی ہے۔ مگر اعلیٰ خصوصیات کی حامل سیتا دیوی سالوں رام چندر جی سے الگ رہیں اور دونوں بیٹوں کی پرورش بھی کی مگر روتی گڑگڑاتی رام چندر کے پاس مدد طلب کرنے یا ان کی غلط فہمی رفع کرنے نہیں گئیں۔ سیتا جی کا کردار اخلاق کی تعلیم کے لیے ایک مضبوط کردار ہے یوں یہ اخلاق میں خودداری اور انانیت اور نازجیسی صفات کا بھی اضافہ کرتا ہے۔

رامائن کے علاوہ بھگوت گیتا میں بھی اخلاقی احوال دریافت کیے جاسکتے ہیں۔ اس میں خود بھگوان محو گفتگو ہے۔ بھگوان کا مخاطب ارجن ہے جو مختلف سوالات اٹھاتا ہے۔ اس بات کے تیرھویں باب (ادھیائے) میں جسم اور جان کے امتیازات پر گفتگو جاری ہے۔ اس باب میں اخلاقی درس بھی پایا جاتا ہے:

اپنی عظمت نہ خود جتانا
لب پر حرف ریا نہ لانا
ایذا نہ کوئی کسی کو دینا
عفو اور عطا سے کام لینا
پہنے ہوئے سادگی کا بانا
خدمت میں گرو کی سر جھکانا
رہ کر یوں پاک و صاف یکسو
رکھنا خود پہ مدام قابو (۴۰)

گیتا کے سولھویں باب (ادھیائے) میں "دیوا سرسمپت یوگ" کی تعلیم دی گئی ہے اس سے مراد شیطانی اور ملکوتی صفات کی تعلیمات ہیں۔ اس بات میں انسانوں کو حلیم الطبع، باشرم اور نرم دل رہنے کی تاکید کی گئی ہے۔ (۴۱) اپنے ہاتھ کو صرف بخشش کے لیے رکھنا، عبادت کی راہ میں قربانیاں دینا، وید پڑھنا اور خود کو نیکی کے زیور سے آراستہ کرنا شامل ہے۔ ان تعلیمات کے مطابق اچھے اوصاف کے حامل لوگوں کو چاہیے کہ دشمن کی دشمنی کو سہہ لیں یعنی صبر سے کام لیں، کسی کو برا بھلا نہ کہیں، رحم دلی اور سنجیدگی اپنے اندر پیدا کرنا چاہیے۔ (۴۲) خود اپنی بڑائی بیان کرنا درست نہیں۔ اوصاف رذیلہ سے متصف انسان کو شیطان سے ملایا گیا ہے۔ ان لوگوں میں باطن کی کثافت، برائیوں کے راستے پر چلنا، راستی سے دوری، لذتوں سے سیر ہونا، خواہش کی غلامی جیسی نشانیاں ملتی ہیں۔ (۴۳) ان تعلیمات کے علاوہ ارجن کو بھگوان یہ تعلیم بھی دیتا ہے لذات حواس کی پرستش اور آسائشات اور راحتوں کی خواہش سے گریز کرنا چاہیے۔ غصے سے زیر ہونا اور دنیا سے سیر ہونا انتہائی اہم اعمال ہیں۔ (۴۴)

قدیم اخلاقی تعلیمات اور جدید قوانین کا تقابلی مطالعہ:

رامائن، بھگوت گیتا، اپنشد اور منوسمرتی کے ضابطہ اخلاق میں ہندو مذہب کی اخلاقی تعلیمات کا بیان ملتا ہے تاہم یہ اخلاقی تعلیمات انیسویں صدی کے منظرنامے میں پوری طرح منطبق نہیں ہوتیں۔ راجہ رام موہن رائے نے ہندوؤں کی مقدس کتابوں کے

مطالعے کے بعد اس بات کی شدت سے کمی محسوس کی کہ ہندو مذہب میں اصلاح کی شدید ضرورت ہے۔(۴۵) اس کے لیے انھوں نے برہمو سماج قائم کی، ویدانت اور عیسائی اخلاقیات کی بنیادوں پر ایک نئے فرقے کا آغاز کیا اس کا انداز بھی پروٹسٹنٹوں جیسا ہی تھا۔(۴۶) انھوں نے بت پرستی سے دور رہنے کی تاکید کی۔(۴۷) اس تحریک نے ہندوؤں کو جو فلسفہ اخلاق دیا وہ مکمل طور پر ان کی قدیم تعلیمات کا عکس نہیں تھا کیونکہ برہمو سماج نے قدیم ہندو رسم و رواج قربانیوں، ذات پات کی تفریق اور تقلید کو ناپسند کیا تھا۔ برہمو سماج نے کیشب چندر سین کی قیادت میں ۱۸۷۲ء میں بچپن کی شادی اور کثرت ازدواج کو ناجائز جبکہ بیوہ کے بیاہ اور بین ذات داری شادی کو جائز قرار دیا تھا۔(۴۸) برہمو سماج کے علاوہ پرارتھنا سماج، آریا سماج اور رام کرشنا مشن نامی اداروں سے معاشرے کو سدھارنے اور افراد کی اصلاح کی طرف دھیان دیا گیا۔(۴۹) ان تحریکوں میں لائحہ عمل کا فرق ضرور تھا۔ کسی نے مذہبی تعلیمات کو جلا بخشی تو کوئی عقلیت کی طرف مائل رہا جبکہ کسی نے مذہب اور عقل کے درمیان توازن قائم رکھا۔ راجہ رام موہن رائے، دیانند سرسوتی، رام کرشنا پرم ہنسا اور سوامی دیو کے بعد اہم نام ویرسلنگم کا ہے۔(۵۰) آپ بھی بیواؤں کی دوبارہ شادی، عورتوں کے حقوق، مرد اور عورت کو مساوی اختیار دلوانے کے قائل تھے۔ ویرسلنگم نے برہمنیت کی نشانی مقدس دھاگے (جنیو) کو توڑ ڈالا کیونکہ آپ مساوات کے قائل تھے۔(۵۱) ہندوستان میں نافذ کیے جانے والے جدید قوانین کے لیے ان مصلحین نے راہ ہموار کی جبکہ اس سے پہلے ہندو مذہب میں سزا کا تصور برہمن کے ہاتھ میں تھا۔ شودر کو دی جانے والی سزا برہمن کو نہیں دی جا سکتی تھی حتیٰ کہ کسی رقم پر سود وصول کرنے کی مقدار شودر پر سب سے زیادہ اور برہمن پر سب سے کم تھی۔(۵۲)

ہندوؤں کی اخلاقی تعلیمات میں کسی بد دیانتی، ظلم یا جرم کی سزا نہیں بتائی گئی۔ ہندو فلسفہ اخلاق میں سزا کا نظام تناسخ یا آواگون کے نظریے پر بنیاد رکھتا ہے۔ اس نظریے کے مطابق انسان اگر برے کام کرے گا تو اگلے جنم میں اس کی روح جانور یا پرندے میں حلول کر جائے گی اور اچھے کام کرنے کی صورت میں اسے دیوتا پیدا کیا جائے گا۔(۵۳) جبکہ جدید ہندو قوانین میں سزا کا تصور موجود ہے جو نظریہ اہنسا (عدم تشدد) کے بالکل خلاف ہے۔ جدید قوانین کے تحت مختلف جرائم کی سزائیں متعین کی گئی ہیں۔ ۶/اکتوبر ۱۸۶۰ء میں تعزیرات ہند کے نام سے نافذ کیا جانے والا قانون اس بات کا ثبوت ہے۔ وہ سزائیں جو مجرموں کو دی جائیں گی ان میں سزائے موت، عمر قید، قید با مشقت، سادہ قید، جائیداد کی ضبطی اور جرمانہ شامل ہے۔(۵۴) انڈین پینل کوڈ (Indian Panel Code) ۱۸۶۰ء میں برطانوی راج کے دوران تشکیل دیا گیا۔ یہ قانون لارڈ میکالے کے دور حکومت میں منظور کیا گیا۔ جبکہ اس کا اطلاق ۱۸۶۲ء سے ہوا۔ لارڈ میکالے نے ہندوستان کے لوگوں کو یہ بات بھی باور کروائی کہ ریاستی سزاؤں کے یہ قوانین ہندوستانیوں کے حق میں استعمال ہوں گے۔(۵۵)

انڈین پینل کوڈ (IPC) کے تحت مختلف جرائم کی سزائیں دی جا رہی ہیں۔ ہندوؤں کی مذہبی کتب میں دی گئی اخلاقی تعلیمات کے تحت شادی کی عمر لڑکی کے لیے بارہ سال اور لڑکے کے لیے تیس متعین کی گئی ہے۔ چوبیس سال کا مرد آٹھ سال کی لڑکی سے شادی کرے۔(۵۶) انڈین پینل کوڈ کے تحت باب نمبر [۲] سیکشن [۵] میں شادی کی عمر لڑکی کے لیے اٹھارہ سال جبکہ لڑکے کے لیے شادی کی کم سے کم عمر ۲۱ سال متعین کی گئی ہے۔(۵۷) یہاں ہمیں ہندوستان کے جدید قوانین اور مذہبی تعلیمات آپس میں

متصادم نظر آتی ہیں۔ کیونکہ ہندو دھرم شاستر انسان کو ہدایت کرتا ہے کہ اگر کوئی اہم فرض رکاوٹ نہ ہو تو جلد شادی کر لے۔(۵۸)

انڈین پینل کوڈ (IPC) میں، Hindu Marriage Act-1955 کے تحت باب نمبر [۴] سیکشن [۱۷۔S] میں دوسری شادی کرنے والے مرد یا عورت کے لیے سزا مقرر کی گئی ہے بشرطیکہ پہلے سے موجود بیوی یا شوہر میں کوئی ایسا طبی، جسمانی، نفسیاتی مرض نہ ہو جس کی وجہ سے اس کے ساتھ زندگی گزارنا ناممکن ہو۔ IPC باب ۲۰ سیکشن [۴۹۴] میں اس جرم کی سزا سات سال کی قید اور جرمانہ ہو سکتی ہے۔(۵۹) ہندوؤں کی مذہبی کتب میں شامل رامائن، اخلاقی حوالے سے اہمیت کی حامل ہے۔ رامائن میں رام چندر جی کے والد راجہ دسرتھ کی بھی تین بیویاں تھیں اور منوسمرتی کا ضابطہ اخلاق بھی مختلف شرائط کے ساتھ کثرت ازدواج کے حق میں ہے۔ منوسمرتی اپنی تصنیف میں کثرت ازدواج کے بارے میں لکھتے ہیں کہ:

> "وہ برہمن، کھشتری اور ویش کی مختلف ذاتوں کی بیویوں میں سے صرف برابر ذات کی بیوی ہی روزانہ مقدس رسومات کی ادائیگی کر سکتی ہے لیکن نیچ ذات کی بیوی سے معاونت لینے والے احمقوں کو قدمائے برہمن سے پیدا ہونے والا چنڈال قرار دیا ہے۔"(۶۰)

گویا سمرتیوں میں کثرت ازدواج کی اجازت ہے مگر ہندوستانی قانون میں اس کی سزا ہے۔ اپنشد کا فلسفہ اخلاق تجرد کی زندگی پر زور دیتا ہے تو باقی مذہبی کتب تعلیمات جلد شادی کے حق میں ہیں مگر IPC کے تحت دی گئی شرائط منو کے قانون سے متصادم ہیں۔ ہندو نظام اخلاق کے چھ اہم مکاتب میں ایک یوگ درشن بھی ہے۔(۶۱) یوگ درشن مختلف اخلاقی تعلیمات کے بیان کے ساتھ اہنسا (عدم تشدد) کی تعلیمات پر بھی بہت زور دیا گیا ہے۔ اس کے مطابق، کسی جاندار مخلوق کو کسی طرح اور کسی بھی وقت ایذا نہ پہنچائے۔(۶۲) شنکر اچاریہ نے بھی اپنی اخلاقی تعلیمات کے بیان میں اس نظریے پر زور دیا ہے۔(۶۳) ہندو فلسفہ اخلاق کے مطابق، اہنسا دھرم کی جان ہے۔ انسان کو قول، فعل اور خیال میں بھی ایذا رسانی سے آزاد ہونا چاہیے۔(۶۴) تاہم ہندوستان میں دی جانے والی سزائیں اس نظریے کے خلاف ثبوت فراہم کرتی ہیں۔ مذہبی تعلیمات میں کسی بھی جرم کی سزا متعین نہیں کی گئی ہے۔ کیونکہ مذہبی تعلیمات میں اس سے بچنے کا صرف ایک طریقہ ہے کہ دوبارہ ارتکاب جرم نہ کیا جائے۔(۶۵) جبکہ IPC کے باب ۱۶ سیکشن [۳۰۲] قتل کی سزا سزائے موت یا تاعمر قید اور جرمانہ مقرر کی گئی ہے۔(۶۶)

ہندو فلسفہ اخلاق میں مذہبی تعلیمات کی رو سے چوری، جھوٹ، رشوت، لالچ اور حسد کی سزا مقرر نہیں کی گئی۔ صرف اس لیے ان سے بچنے کی تاکید کی جاتی ہے کہ یہ ستی کا حکم ہے۔(۶۷) مذہبی کتب گیتا اور رامائن میں بھی ان جرائم کی سزا نظر نہیں آتی لیکن (Criminal Panel Code)CRPC سیکشن [۳۰۲] میں چوری کی سزا دس سال قید با مشقت اور جرمانہ ہے جبکہ اغوا کی سزا سیکشن [۳۶۳] کے تحت سات سال قید مقرر کی گئی ہے۔ تعزیرات ہند (IPC) کے تحت رشوت کھلانے کی سزا سیکشن [E-۱۷۱] میں ایک سال قید یا جرمانہ یا دونوں ہو سکتی ہیں۔(۶۹) اسی طرح باب نمبر ۲۲ سیکشن [۵۰۴۔۵۱۰] میں توہین یا بے عزتی جو نقص امن کا باعث بنے اس کی سزا دو سال قید یا جرمانہ یا دونوں مقرر کی گئی ہیں۔ اسی باب کے سیکشن [۵.۵] حصہ الف میں غلط بیانی اور افواہوں کی بھی سزا مقرر کی گئی ہے جو فوجی غداری یا نقص امن کا سبب نہیں۔ ان مجرموں کی سزا تین سال قید اور جرمانہ

ہے۔(۷۰) اسی سیکشن کے حصہ ب میں مختلف طبقات میں بغض اور دلوں میں نفرتیں پیدا کرنے کا باعث بننے والے غلط بیانات اور افواہوں پر تین سال قید یا جرمانہ یا دونوں سزائیں مقرر کی گئی ہیں۔[۷۱] گویا اس قانون کے تحت نچلی ذات یا شودر طبقے کو بھی رعایت دی گئی ہے اور ان کے جذبات کا خیال رکھا گیا ہے۔ حالانکہ رامائن میں رام چندر جی ایک شودر کا سر صرف اس لیے قلم کر دیتے ہیں کہ کیونکہ وہ تالاب کے کنارے ریاضت کر رہا تھا جبکہ شودر ہونے کی وجہ سے برہمنوں کے لیے مخصوص کام اسے زیب نہیں دیتے تھے۔ ہندوؤں کی مذہب کتابوں میں طبقاتی تقسیم بے حد سخت ہے۔ منوسمرتی اپنی کتاب میں پیشوں کے باب میں برہمن اور چھتری کو کسی دوسرے طبقے کے پیشے تک کو اختیار کرنے کی اجازت نہیں دیتا البتہ صرف ویش کو اختیار دیتا ہے کہ وہ کوئی اور پیشہ اختیار کر سکتا ہے۔(۷۲) قدیم مذہبی تعلیمات کی رو سے برہمن اور شودر سے ایک ہی رقم پر وصول کیے جانے والے سود کی مقدار الگ الگ ہے لیکن ریاستی سزاؤں کے تحت تمام طبقات برابر ہیں۔ ہر ایک کو اس کے جرم کی سزا ملے گی۔

زندگی گزارنے کے جو مدارج ہندو مذہب نے طے کیے وہ بھی شودر اور عورتیں اختیار نہیں کر سکتیں کیونکہ عورتوں کے لیے مذہبی کتب میں یہ تصور موجود ہے کہ زندگی کے کسی حصے میں انہیں خود مختار نہ کیا جائے۔(۷۳) تاہم جدید قوانین کے تحت عورت کو طلاق کا حق بھی حاصل ہے۔ ناگزیر وجوہات کی بنا پر عورت اور مرد دونوں تعزیرات ہند باب پنجم سیکشن [۲۲] کے تحت قانونی طور پر الگ ہو سکتے ہیں۔(۷۴) مذہبی تعلیمات کی رو سے رامائن میں رام چندر جی کی بیوی سیتا نے رام چندر سے الگ ہو کر بیٹوں کی پرورش کی مگر علیحدگی یا طلاق کی صورت تعلیمات میں نظر نہیں آتی۔ منوسمرتی کا قانون بھی اس صورتحال کے لیے طلاق جیسی کوئی تجویز پیش نہیں کرتا ہے۔ عورتوں کے لیے ہندوستان کے قوانین میں انہیں اختیارات دیے گئے ہیں۔ ہندو معاشرے میں جہیز نہ لانے کی وجہ سے لڑکی کی جان لینے کے جرم میں باب ۲۶ سیکشن [B۔۳۰۴] کے تحت مجرم کو عمر قید کی سزا دی جاتی ہے۔(۷۵) ہندو فلسفہ اخلاق تارک الدنیا ہونے یا رہبانیت اختیار کرنے کا درس بھی دیتا ہے۔ بھگوت گیتا میں ایسے بھکتا کی تعریف بیان کی گئی ہے جس پر خوشی غم اور نیکی اور بدی کچھ اثر نہ ڈالے۔(۷۶) برہمن کو زندگی کے چوتھے دور میں نفس کشی اور پرہیزگاری کی طرف مائل کیا گیا ہے۔(۷۷) یہ طریقہ صرف برہمن کے لیے ہے۔ ہندو نظام کے مطابق معاشرے کو بہتر طریقے سے چلانے کے لیے ذات پات کا یہ طریقہ بالکل درست ہے تاہم جو قوانین نافذ کیے گئے وہ اس تعلیم کے خلاف ہیں۔

سر سید احمد خان اور ہندوؤں کا فلسفہ اخلاق:

ہندوستان میں جس دور میں یہ قوانین نافذ کیے گئے اسی عہد کی ایک نامور شخصیت سر سید احمد خان ہیں۔ سر سید احمد خان نے اپنی تصانیف میں بارہا ہندوؤں کے فلسفہ اخلاق کا ذکر کیا ہے۔ اس کے ساتھ ان کے جدید قوانین پر بھی نگاہ ڈالی ہے۔ وہ ایسی ہر قدیم مذہبی تعلیم یا جدید قانون سے خوش ہوتے ہیں جن میں ہندوؤں میں اخلاق اور شائستگی کو پروان چڑھایا گیا ہو یا فضول رسم و رواج کو ختم کر کے علم، آگہی اور تہذیب کو پیش نظر رکھا گیا ہو۔ سر سید ہندوؤں کے فلسفہ اخلاق کے اہم جز "جزا و سزا" پر ایک تنقیدی نظر ڈالتے ہیں۔(۷۸) ہندو نظام اخلاق میں تناسخ کے نظریے کے تحت ہر بار روح دوسری جون میں تبدیل ہو جاتی ہے یہ تبدیلی انسان کے اچھے اعمال کی وجہ سے ہوتی ہے۔ سر سید اپنے نظریے کو قرآن کی مدد سے باطل قرار دیتے ہوئے ایک مہاراجہ کا دلچسپ قصہ بھی لکھتے

ہیں جس کے بارے میں شاستروں نے بتایا تھا کہ وہ مچھلی کی جون میں تالاب میں ہیں۔ راجہ پریشان تھا کیونکہ وہ سمجھتا تھا کہ مہاراجہ نئی جون میں کیسے جائے کیونکہ مچھلی اچھے پارے کا کام تو کرتی نہیں۔(۷۹) سرسید احمد خان ہندوؤں کے اخلاق کے حوالے سے ایک مضمون میں غلامی کا حوالہ دیتے ہیں کہ دھرم شاستر کے مطابق غلامی جائز تھی۔(۸۰) غلام دراصل مویشی کی طرح ہوتا ہے اسے حق ملکیت سے بھی محروم رکھا جاتا ہے۔(۸۱) ہندوؤں کے فلسفۂ اخلاق میں کوئی ایسا حکم نہیں ہے جو غلاموں کی ترقی، بہتری یا رعایت کے لیے دیا جائے۔(۸۲) سرسید احمد خان مزید اس مضمون میں قوانین کی صورتحال کا جائزہ بھی لیتے ہیں اور اس غلط اخلاقی تعلیم کی روک تھام کے لیے جدید قانون کا نفاذ چاہتے ہیں۔ سرسید کے مطابق غلامی نہ صرف غلام بلکہ آقا کے اخلاق پر بھی بہت غلط اثرات مرتب کرتی ہے۔(۸۳) سرسید احمد خان اصلاح اور ترقی کے خواہاں تھے لہٰذا آپ کی نظر میں ہندو اور مسلمان دو قومیں ہیں جو پچھلی لکیر کو کامل سمجھ کر اسی کو پیٹتے آتے ہیں جبکہ دیگر اقوام عالم اپنے اندر تبدیلی پیدا کر کے ترقی حاصل کرتی جاتی ہیں۔(۸۴) گویا آپ مسلمانوں کے ساتھ ہندوؤں کو بھی ترقی، تہذیب اور شائستگی کے حصول کے لیے اکساتے ہیں۔ غیر مذاہب کے پیشواؤں کو برا کہنا انتہائی خراب سمجھتے ہیں۔ مذہبی پیشوا خواہ ہندو ہو یا پارسی، عیسائی ہوں یا یہودی آپ ان کے ساتھ گستاخی کے ساتھ پیش آنے سے منع فرماتے ہیں۔(۸۵) سرسید احمد خان نے ہندوستان میں عورتوں کی جہالت اور ان کے حقوق نہ دینے کے خلاف بھی آواز اٹھائی ہے۔(۸۶) عورتوں کے حقوق کے حوالے سے وہ ہندوستان اور مہذب ملکوں کی عورتوں کا موازنہ کر کے افسوس کا اظہار کرتے ہیں۔(۸۷) آپ ۱۸۷۰ء میں پیش کیے گئے بل کا حوالہ بھی دیتے ہیں جس میں ہندوستان کی عورتوں کی حالت سدھارنے کے لیے شادی کے بعد بھی ان کی ملکیت کو قائم رکھنے کی تجویز دی گئی تھی۔(۸۸)

ہندوؤں کی اخلاقی تعلیمات اور جدید قوانین سے تصادم کے تحت سامنے آنے والا ایک مسئلہ ہندو بیوہ عورتوں کا نکاح ثانی بھی تھا۔ سرسید احمد خان منو کے ضابطہ قانون سے اختلاف کرتے ہیں کہ بیوہ عورت کو دنیاوی امور میں حصہ نہیں لینا چاہیے سبزی اور ساگ پر گزارا کرنا چاہیے۔ سرسید اس حوالے کے بعد تجویز دیتے ہیں کہ بیوہ کی شادی کر دی جائے تو خود بخود پھانسی اور عمر قید کی سزاؤں میں کمی واقع ہوگی۔(۸۹) اس کے علاوہ آپ دیانند سرسوتی اور دیگر لوگوں کو ایک کمیٹی بنانے کی تجویز بھی دیتے ہیں تاکہ وہ اس غرض سے کام کریں اور ہندوؤں کے دل سے یہ غلط خیال نکال دیں۔(۹۰) سرسید احمد خان نے تہذیب و شائستگی کے حوالے سے ہندوؤں کے طریقہ تناول پر بھی اظہار خیال کیا ہے۔ "طریقہ تناول طعام" اس مضمون میں آپ ہندوؤں پر کڑی تنقید کرتے ہیں کہ وہ مختلف قسم کے کھانے اپنے آگے جمع رکھتے ہیں بچا ہوا کھانا بھی سامنے ہی رکھا رہتا ہے۔(۹۱) اس مضمون کے دو ماہ بعد آپ نے ایک اور مضمون تحریر کیا۔ جس میں وہ ہندوؤں میں ترقی و تہذیب سے خوش ہوتے ہیں کہ میز پر بیٹھ کر چھری کانٹے استعمال کرتے ہوئے کھانا کھا رہے ہیں۔ سرسید اپنے اس خیال کے غلط ثابت ہونے پر خوشی کا اظہار کرتے ہیں کہ "ہندوؤں میں ترقی و تہذیب ان کے مذہب کے قیام کے ساتھ نہیں ہو سکتی۔(۹۲) سرسید احمد خان ہندوؤں کی ترقی و تہذیب کے حوالے سے سر چندر ناتھ ٹیگور کے خاندان کا حال لکھتے ہیں کہ ٹیگور کے خاندان کے کسی شخص کو بنگال کے ایک نواب نے کھانے پر بلایا۔(۹۳) ہندو شخص نے کھانا نہیں کھایا مگر صرف کھانے کی خوشبو سونگھنے کی وجہ سے اسے خارج از برادری کر دیا گیا۔ سرسید اس واقعے کا موجودہ حالت سے موازنہ

کرتے ہیں کہ اب ہندو ساتھ بیٹھتے ہیں۔ کھانا نہیں کھاتے مگر میز پر پاس بیٹھتے ہیں اور اسے برا بھی نہیں سمجھا جاتا۔(۹۴)

جدید قوانین جو ہندوستانیوں پر لاگو کیے گئے تھے ان قوانین کو آپ ہندوؤں کی رسم و رواج اور مذہبی تعلیمات کی نظر سے دیکھتے ہیں۔ ہندوستان میں ہونے والے ناکام جنگ آزادی ۱۸۵۷ء کا سبب آپ بعض جدید قوانین کو بھی بتاتے ہیں۔(۹۵) ان میں نکاح بیوگان، ضبطی اراضی، عورتوں کے بے جا خود مختاری کے قانون اور اس کے علاوہ ایکٹ ۱۸۵۰،۲۱ء شامل ہیں۔(۹۶) ایکٹ ۲۱ کے تحت عیسائیت کی ترغیب مقصود تھی اور یہ ہندو اور مسلمان دونوں کے مذہبی معاملات میں مداخلت کرتا تھا۔ اس قانون کے تحت غیر مذہب کا کوئی شخص مسلمان ہو جائے تو وہ اپنے مورثوں کا متروکہ نہیں لے سکتا۔ البتہ عیسائی مذہب قبول کرنے والا اس پابندی سے آزاد تھا۔ یوں ہندو بھی اس قانون کے مفاد سے محروم تھے۔(۹۷) اس قانون کے علاوہ تعزیرات ہند میں قتل عمد کے حوالے سے موجود قانون پر بھی سرسید تنقیدی نظر ڈالتے ہیں۔ اس قانون کے تحت غصے یا آلہ قتل کی عدم موجودگی سے قتل عمد کو قتل عمد نہیں گردانا گیا تھا۔(۹۸) سرسید اس قانون کو درست نہیں جانتے اور مختلف مثالوں کے ذریعے سے ثابت کرتے ہیں کہ اس قانون کی وجہ سے ظالم اور بے رحم لوگ بری ہو گئے ہیں اور اشتعال کو ایک بہانے کے طور پر استعمال کر رہے ہیں۔(۹۹)

سرسید احمد خان نے شائستگی اور ترقی تہذیب کے حوالے سے ہندو اکابرین کا ذکر کیا ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کے اصلاحی کارناموں کو سرسید قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہیں کیونکہ یہ لوگ ہندوؤں کے اخلاق اور شائستگی کو بہتر بنانے کے خواہاں تھے۔(۱۰۰) اس کے لیے ان مصلحین نے رسوم و رواج کی پابندیوں کو توڑا۔ ان میں راجہ رام موہن رائے، کیشب چندر سین، ایشر چندر ودیا ساگر (بنگال)، وشنو پرس رام شاستری، مہاراست برہمن، سریش چندر، رام تنوری لاہیری، سر چندر ناتھ ٹیگور اور سوامی دیانند سرسوتی کا نام شامل ہے۔(۱۰۱)

ہندوؤں کی اخلاقی تعلیمات کا جب ہم جدید قوانین اور بالخصوص سرسید کے فلسفۂ اخلاق کی روشنی میں مطالعہ کرتے ہیں تو یہ بات سامنے آتی ہے کہ ہندو نظام اخلاق میں اعلیٰ تعلیمات دی گئی ہیں۔ ان کی مذہبی کتب اور مختلف مکاتب فکر میں ہمیشہ اور ہر دور میں اخلاقی ہدایات دی جاتی رہی ہیں۔ تاہم یہ فلسفہ اخلاق اپنے اندر محرک یا دباؤ مضبوط نہیں رکھتا۔ ایک زندگی کے افعال کو اگلی زندگی پر منطبق کیا جاتا ہے۔ مذہبی تعلیمات اور جدید قوانین میں تصادم نظر آتا ہے۔ یہ تصادم اس وجہ سے بھی ہے کیونکہ ہندوستان کا سزا و جزا کا نظام مستعار لیا ہوا ہے۔ ہندوستان میں ایک سیکولر حکومت قائم ہے جس کی بنیاد ویدی فلسفے پر نہیں بلکہ برطانیہ سے مستعار لیے گئے نظام پر ہے۔ ان کا عدالتی نظام بھی مغربی خطوط پر مبنی ہے۔(۱۰۲) لہٰذا ہم کہہ سکتے ہیں کہ قوانین، ویدی نظام اخلاق سے متصادم نظر آتے ہیں۔ ہندوستان کے جدید قوانین خود اپنے فلسفہ اخلاق کی کمی کو دور کرتے ہیں وہ تعلیمات جو جدید معاشرے کے وظائف پورا نہیں کرتی تھیں انہیں جدید قوانین سے دور رکھا گیا ہے۔ بیوہ کی شادی، کم عمری کی شادی، دوسری شادی، خواتین کے حقوق، اخلاقی جرائم کی سزائیں، مساوات، وغیرہ کو مختلف انداز میں قوانین میں شامل کیا گیا ہے۔ اس لیے ہم کہہ سکتے ہیں کہ ہندوؤں کی اخلاقی تعلیمات ان کے جدید قوانین سے متصادم ہیں تاہم یہ بھی حقیقت ہے کہ یہ جدید قوانین مکمل ہونے کے ساتھ معاشرے کے وظائف تو پورے کرتے ہیں مگر اپنی قدیم اخلاقی تعلیمات سے ٹکراتے ہیں۔

ہندوؤں کے روزمرہ کے معاملات بھی اب سخت ویدی تعلیمات کے اثرات سے دور نظر آتے ہیں۔ معاشرے میں ہندو عام ریستورانوں میں سب کے ساتھ کھانا کھاتے ہوئے بھی نظر آتے ہیں۔ چھوت کا نظام اب دم توڑتا ہوا دکھائی دے رہا ہے۔ ہندوؤں کی میت کو اب جلانے کے بجائے بجلی کے جھٹکے سے راکھ بنادیا جاتا ہے۔ اس حوالے سے استثنائی صورتحال بھی یقیناً موجود ہوں گی۔ نہیں قدیم مذہبی تعلیمات میں بے شمار اہم یا تبدیلیاں نظر آتی ہیں۔ یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ اب ان کی سوچ تبدیل ہو رہی ہے۔ یہ تبدیلی ہندوستان میں بننے والی فلموں PK اور OMG اور اسی قبیل کی متعدد دوسری فلموں میں دیکھی جاسکتی ہے۔ خود انیسویں صدی کے ہندو مصلحین اور انڈین پینل کوڈ کے قوانین بھی اس کا ثبوت ہیں۔ سرسید احمد خان ہندوؤں کی اخلاقی تعلیم اور ترقی کے خواہاں تھے۔ ہر وہ قانون جو ہندوستان کو شائستگی اور تہذیب کی طرف لے جاتا ہے چاہے وہ ویدی تعلیمات سے دور ہی کیوں نہ ہو سرسید نے اس کے حق میں آواز بلند کی ہے۔ سرسید کی تحریروں سے اندازہ ہوتا ہے کہ آپ ہر ایسی ہندو قوم کے اخلاق، تمدن اور طبیعتوں سے اچھی طرح واقف تھے اور ان کی بھلائی اور ترقی کے خواہش مند تھے۔ آپ اخلاقی تعلیم یا قانون پر اطمینان کا اظہار کرتے تھے جو ہندوؤں کے فلسفہ اخلاق کو مزید بہتر بناتا ہو۔ سرسید کی متعدد تحریریں اس بات کے ثبوت میں پیش کی جاسکتی ہیں۔

حواشی

۱۔ نعمانی شبلی، علامہ، سیرت النبی، جلد ششم لاہور، طبع سوم ۱۹۸۲ء، ص ۶۴

۲۔ ایضاً

۳۔ حفظ الرحمن، اخلاق اور فلسفۂ اخلاق، معارف پریس لاہور ۱۹۷۸ء، ص ۲

۴۔ محمود، سید قاسم، اسلامی انسائیکلوپیڈیا، پبلشر پرنٹرز ۱۹۸۴ء، ص ۱۲۳

۵۔ نعمانی شبلی علامہ، محولہ بالا، ص ۴۸

۶۔ نعمانی شبلی محولہ بالا، ص ۵۴

۷۔ زبیری ظفر عمر، قدیم تہذیبیں اور مذاہب، کراچی ۱۹۵۷ء، ص ۳۹۵

۸۔ جواد یاسر، فلسفۂ مذاہب، لاہور ۱۹۹۸ء، ص ۴۳

۹۔ لیوس میور (Muir Lewis)، مذاہب عالم کا انسائیکلوپیڈیا، مترجم یاسر جواد، سعدیہ جواد، لاہور ۲۰۰۲ء، ص ۱۴۰

۱۰۔ چندراورکر، سی اے، ہندو اخلاقیات (دیباچہ)، مترجم مولوی غلام ربانی، حیدرآباد دکن، طبع ثانی، جنوری ۱۹۷۰ء

۱۱۔ "ہندو دھرم" مشمولہ دھارمک نمبر، عالمی اردو ادب، دہلی، جنوری ۲۰۱۴ء، ص ۱۳۵

۱۲۔ عبدالحق میر، ڈاکٹر، ہندو الٰہیات، ملتان ۲۰۰۲ء، ص ۱۸

۱۳۔ ایضاً

۱۴۔ چندراورکر، سی اے، محولہ بالا، ص ۱۴،۱۳،۱۲

۱۵۔ دھارمک نمبر محولہ بالا، ص ۱۳۶

۱۶۔ چندراورکر محولہ بالا، ص ۱۹

۱۷۔ ایضاً

۱۸۔ چندر اوبرکر، محولہ بالا، ص ۲۶

۱۹۔ جامی، الطاف، غیر سامی مذاہب کے بانی، طبع دوم، ادارہ، لاہور، ۲۰۰۶، ص ۱۱۶

۲۰۔ لیوس مور، محولہ بالا، ص ۱۴۲

۲۱۔ چندراوبکر، ری۔ اے، محولہ بالا، ص ۳۱

۲۲۔ چندراوبکر، ری۔ اے، محولہ بالا، ص ۳۲

۲۳۔ لیوس مور، محولہ بالا، ص ۱۴۳

۲۴۔ بحوالہ لیوس مور، محولہ بالا، ص ۱۴۵

۲۵۔ منو، منودھرم شاستر، مترجم، راشد رازی، المطبعۃ العربیہ لاہور، ۲۰۰۳، ص ۲۱۵

۲۶۔ منو، محولہ بالا، ص ۲۱۶

۲۷۔ لیوس مور، محولہ، ص ۱۴۶

۲۸۔ ایضاً

۲۹۔ The Laws of Munu Smarti, trnslator:George Buhler, volume # 25, Seco Sacared Book of the East, Chapter VI, p47,48

اصل عبارت یوں ہے:

47: Let him patiently bear hard words, let him not inselt anybody and let him not become for the sake of his body enemy.

48: against any angry man let him not in retum show anger, let him bless when he is cursed.

۳۰۔ چندر اوبرکر، محولہ بالا (دیباچہ منو، اخلاقیات)، [ص موجود نہیں ہے]

۳۱۔ فاروقی، عماد الحسن آزاد، دنیا کے بڑے مذاہب، لاہور، ۱۹۹۱، ص ۳۲

۳۲۔ فاروقی، محولہ بالا، ص ۳۶

۳۳۔ ایضاً

۳۴۔ اشک، پال ایم، رامائن منظوم، دہلی، ۱۹۹۱، (پوری کہانی کا خلاصہ ہے، واضح رہے کہ اس مقالے میں رامائن اور بھگوت گیتا کے نثری تراجم کے بجائے بوجوہ منظوم تراجم سے استفادہ کیا گیا ہے)

۳۵۔ اشک، پال ایم، ایضاً، ص ۴۴

۳۶۔ اشک، پال ایم، ایضاً، ص ۱۱۸

۳۷۔ روجرس، اے۔ آر۔ پی (A.R.P. Rugers)، تاریخ اخلاقیات، مترجم مولوی احسان احمد، جامعہ عثمانیہ، ۱۹۳۲، ص ۴

۳۸۔ بحوالہ پروفیسر، مذاہب عالم کی آسمانی کتابیں، لاہور، اکتوبر ۱۹۹۹، ص ۱۴۷

۳۹۔ ایضاً

۴۰۔ لکھنوی، منور، بھگوت گیتا، دہلی، ۱۹۶۱، ص ۱۳۹

۴۱۔ لکھنوی منو، ایضاً، ص ۱۵۸

۴۲۔ لکھنوی منو، ایضاً، ص ۱۶۹

۴۳۔ لکھنوی منو، ایضاً، ص ۱۶۰

۴۴۔ لکھنوی منو، ایضاً، ص ۱۶۱

۴۵۔ احمد رشید، تاریخ مذاہب، اسلامیہ پریس کوئٹہ، ۱۹۶۸ء، ص ۱۷۵

۴۶۔ ایضاً

۴۷۔ سدید، انور، ڈاکٹر، اردو ادب کی تحریکیں، انجمن ترقی اردو پاکستان، ۲۰۰۷ء، ص ۴۶۸

۴۸۔ حسن جعفر، ہندوستانی تاجیات، دکن، انجمن ترقی اردو ہند علی گڑھ، ۱۹۵۵ء، ص ۱۲۶

۴۹۔ حسن جعفر، محولہ بالا، ص ۱۲۸۔۱۳۳

۵۰۔ حسن جعفر، محولہ بالا، ص ۱۳۲

۵۱۔ حسن جعفر، محولہ بالا، ص ۱۳۶

۵۲۔ بحوالہ عبدالحق مہر، محولہ، ص ۱۷۵

۵۳۔ لیوس میور، محولہ بالا، ص ۱۷۵

۵۴۔ (۲۳/اکتوبر شام ۴ بجے) The Indian www.wipo.int/wipolex/en/text_Jspfil/.
Panel Cod - WIPO-Chapter III, Section: 53. punishments

۵۵۔ Criminal Law in IPC: Wikipedia the free Cncyclopedia

۵۶۔ منو محولہ بالا، ص ۲۱۶

۵۷۔ (۲۰/اکتوبر بوقت ۵ بجے شام) Dvgan.in/hindu_marriage_act/chap#02php#S.5

۵۸۔ منو محولہ بالا، ص ۲۱۶

۵۹۔ (۲۰ اکتوبر ۲۰۱۵ء، شام ۵ بجے) Dvgan.in/hindu-marriage-act/chap#20php#S.494

۶۰۔ منو محولہ بالا، باب ۹، ص ۲۱۵

۶۱۔ چندر راہر گر، محولہ بالا، ص ۳۲

۶۲۔ ایضاً

۶۳۔ چندر راہر گر، محولہ بالا، ص ۸۳

۶۴۔ چندر راہر گر، محولہ بالا، ص ۱۱۸

۶۵۔ چندر راہر گر، محولہ بالا، ص ۳۲، بحوالہ منوسمرتی (۲۳۲:۹)

۶۶۔ (۱۰/اکتوبر شام ۴ بجے) devgan.in/crpc/section/302
IPC- Chapter XVI - offence effecting the human bodies Section: 302

۶۷۔ چندر راہر گر، محولہ بالا، ص ۱۱۹

۶۸۔ (۱۰/اکتوبر ۲۰۱۵ء، شام ۴ بجے) devgan.in/crpc/section/363. devgan.in/crpc/Section/392

۶۹۔ (۱۳/اکتوبر شام ۶ بجے) www.indianlawcases.com/act-Indian.Penal.Cod,1860-1575

۷۰۔ (۲۳/اکتوبر شام ۶ بجے) www.indianlawcases.com/act-Indian.Penal.Cod,1860-192 5
(Inselt, intended to provooke breach of the peace)
۷۱۔ (۲۳/اکتوبر شام ۶ بجے) www.indianlawcases.com/act-Indian.Penal.Cod,1860-1972
(Statement conduting to public mischief)
۷۲۔ تارا، محولہ بالا، ص ۶۱
۷۳۔ تارا، محولہ بالا، بحوالہ منو سمرتی کا قانون، باب پنجم، ص ۲۲
۷۴۔ (۲۴/اکتوبر شام ۷ بجے) ملاحظہ کیجیے devgan.in/india_divorce_act/chapter#05
Judicial Sepration php# S-23
۷۵۔ (۲۴/اکتوبر شام ۷ بجے) ملاحظہ کیجیے: IPC_Chapter=XVI_Offence Effecting human bodies.
Section 304-B.Dowry death:impersonment forlife less than 7 years but upto life.
۷۶۔ لکھنوی، منور، بھگوت گیتا، ص ۱۳۵
۷۷۔ ڈبلیو ڈبلیو ہنٹر، مختصر تاریخ اہل ہند، مترجم: آر۔ ٹی۔ ایچ گرفتھ، الہ آباد، ۱۸۸۴ء، ص ۷۸
۷۸۔ خان، سید احمد، سر، مقالات سر سید، جلد چہارم، مجلس ترقی ادب، لاہور، ۱۹۶۲ء، ص ۲۷۶
۷۹۔ خان، سید احمد، سر، ایضاً، ص ۲۷۷
۸۰۔ خان، سید احمد، سر، ایضاً، ص ۳۶۶
۸۱۔ خان، سید احمد، سر، ایضاً، ص ۳۶۷
۸۲۔ ایضاً
۸۳۔ ایضاً
۸۴۔ خان، سید احمد، سر، مقالات سر سید، جلد پنجم، مجلس ترقی ادب، لاہور، ۱۹۶۲ء، ص ۳۴
۸۵۔ خان، سید احمد، سر، ایضاً، ص ۱۸۴
۸۶۔ خان، سید احمد، سر، ایضاً، ص ۱۹۳
۸۷۔ خان، سید احمد، سر، ایضاً، ص ۱۹۷
۸۸۔ خان، سید احمد، سر، ایضاً، ص ۱۹۵
۸۹۔ خان، سید احمد، سر، ایضاً، ص ۲۰۲
۹۰۔ خان، سید احمد، سر، ایضاً، ص ۲۰۳
۹۱۔ خان، سید احمد، سر، ایضاً، ص ۲۶۳
۹۲۔ خان، سید احمد، سر، مقالات سر سید، جلد یازدہم، دسمبر، لاہور، ۱۹۶۳ء، ص ۱۲۵
۹۳۔ خان، سید احمد، سر، مقالات سر سید، جلد دوازدہم، اگست ۱۹۶۲ء، ص ۱۰۳
۹۴۔ خان، سید احمد، سر، ایضاً، ص ۱۰۴
۹۵۔ خان، سید احمد، سر، مقالات سر سید، اسباب بغاوت ہند، آئینہ ادب، لاہور، ۱۹۶۹ء، ص ۴۹
۹۶۔ خان، سید احمد، سر، جلد دوازدہم، ص ۵۱
۹۷۔ خان، سید احمد، سر، ایضاً، ص ۵۰
۹۸۔ خان، سید احمد، سر، مقالات سر سید، جلد سیزدہم، ص ۵۲۶
۹۹۔ خان، سید احمد، سر، ایضاً، ص ۵۲۷
۱۰۰۔ خان، سید احمد، سر، ایضاً، ص ۱۰۱
۱۰۱۔ خان، سید احمد، سر، ایضاً، ص ۱۰۲
۱۰۲۔ ملاحظہ ہو: keuss,Diana,Morality in the modern world: Hinduism learning and teaching.
Scotland 2005_pp-41-4
۱۰۳۔ ایضاً